وسیم عباس گل
پی ایچ ڈی سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

جوش ملیح آبادی کی شاعری کے موضوعات اور خصائص

Josh Maleeh Abadi is one of those poets who have enlivened Urdu language regarding its expression. Themes of Josh's poetry are multifaceted as it covers mystic, religious, philosophical, revolutionary, scenic, intoxicant, satiric themes, etc. This treatise covers all the aforementioned genres of poetry. The learned treatise writer has skillfully described the whole poetic journey of Josh Maleeh Abadi, from its classical tradition to the modernist.

کسی شاعر یا فن کار کی عظمت کا تعین کیلنڈر کے اوراق کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا شاعر اگر خود ایک روایت کا لیجنڈ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو کسی پروپیگنڈے تعصب یا کسی سرکاری درباری سرپرستی کے بغیر بھی جریدۂ ادب عالم پر دوام کی مہر ثبت کر سکتا ہے۔ جوش کی شاعری اور شخصیت پر مدح وقدح کی دھوپ چھاؤں برابر پڑتی رہی ہے لیکن جوش اپنے بل پر روشن سے روشن تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اِس کا سب سے بڑا سبب اہم اور عہد ساز آوازوں کو ازسرِ نو تلاش کرنے کی ادبی ضرورت بھی ہے۔ جوش بعض دیگر اکابر شعراء کی طرح توہم شکنی، روایت کے بجائے درایت، انسان دوست، امن واخوت کا ایک استعارہ بن چکے ہیں جو اذہان ان اقدار کے چراغوں سے ایوان تمدن کو جگمگانا چاہتے ہیں وہ ضرور جوش ملیح آبادی کو ہم نوائی کریں گے۔

جوش کو اپنی فکری وراثت میں جو موضوعات ملے وہ مذہب، تصوف، مطالعہ فطرت اور فلسفیانہ ذوق وشوق سے عبارت تھے اِن تمام موضوعات کو جوش کی شاعری نے اپنے اندر سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہی وہ موضوعات ہیں جن سے اردو شاعری کی کلاسیکی روایت ہر دور میں چولے بدل بدل کر ہم کلام ہوتی ہے۔ یہاں پر امر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے کہ جوش کے کلام کے خصائص پر الگ سے ایک کتاب مرتب کرنا بھی کار دشوا نہیں زیر نظر مقالہ میں کلام خصائص کا شامل کیا جانا اس لیے ضروری ہے کہ جوش شناسی کے حوالے سے نو آموز فرد تعارفی طور پر واقف ہو سکے اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جوش کے کلام کے خصائص کا انتہائی اختصار سے جائزہ درج ذیل ہے۔

جوش کی صوفیانہ شاعری

جوش کے کلام میں صوفیانہ خیلات بہت کم پائے جاتے ہیں اِس کا سبب یہ ہے کہ وہ با قاعدہ صوفی نہیں تھے۔ عارضی طور پر اِن کا رجحان تصوف کی طرف ہوا مگر یہ رجحان مستقل نہ ہو سکا اِس کے باوجود اُن کے اشعار میں تصوف کہیں کہیں ایسے دکھائی دیتا ہے جس کی نہ تو کوئی مثال ہے نہ کوئی ثانی جوش نے ایک نظم ''فریب ہستی'' کے عنوان سے کہی اِس میں انہوں نے بتایا ہے کہ دنیا فانی ہے۔ دنیا کا نقشہ بہت سے شعراء نے اپنے کلام میں کھینچا ہے خصوصاً فارسی اور اردو کے صوفی شعرا کا یہ محبوب موضوع رہا ہے یہ موضوع خیام، حافظ، درد اور آتش وغیرہ کے ہاں حسین انداز میں ہے جوش نے بھی دنیا ئے بے ثباتی کو حسین انداز میں پیش کیا ہے وہ اپنی نظم ''فریب ہستی'' میں فرماتے ہیں:

چمن کی خاک نے کی تا دیر عرق ریزی
کہ گھٹ کے آرزوئے تخم گل نہ رہنے پائے

گرہ لگائی پھر اک مثل نرگس مخمور
اور اس طرح کہ ہواؤں کی زد میں کھلی جائے

اور ان تمام مراحل کے بعد ایک کلی
چمن فروز ہوئی پتیوں سے منہ کو چھپائے

اور اس کے بعد دیکھا غروب کے ہنگام
پڑی ہوئی تھی سرِ خاک ناوک غم کھائے

''بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است
بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است''

(فکر و نشاط، ص ۱۸)

اس نظم کے آخر میں جوش حافظ کا شعر پیش کرتے ہیں جس میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جوش کے

تصوف پر تین مختلف قسم کے اثرات کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔

اول

شروع میں وہ حافظ سے متاثر تھے۔ حافظ کے ہاں فراریت ،فطرت کی جلوہ گری، خلوت پسندی اور رندانہ سرمستی موجود تھی جوش کے افکار اُن سے ملتے گئے اور جوش اپنے اشعار میں ان خیالات وافکار کی ترویج کرتے گئے۔

دوم

لکھنوی شعری روایت میں میر حسن سے آتش تک تصوف کا عنصر موجود ہے جو اُن کے ہاں آیا۔

سوم

ٹیگور کے ساتھ ساتھ تلسی داس میرابائی اور میر، گورونانک اور نظیر کو بھی اپنے پیش رو مانتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد علی صدیقی جوش کے تصورِ خدا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جوش کا خدا صوفی کا خدا ہے، متصوف کا نہیں وہ مرد خود آگاہ کا خدا ہے تصنعات کے گرداب میں متفرق مردِ کم نگاہ کا خدا نہیں۔''[۱]

جوش کی شاعری میں بہت زیادہ نہیں لیکن جتنی بھی تصوف کی مثالیں ملتی ہیں اُن کی اردو شاعری میں مثال نہیں:

جوش کی مذہبی شاعری

جوش کی مذہبی شاعری میں اُن کی طویل مسدس ''پیغمبر اسلام'' اور ''حضرت امام حسینؓ پر لکھے گئے سلام'' قابل ذکر ہیں ان میں انہوں نے حضور ﷺ اور حضرت امام حسینؓ سے بڑے خوبصورت انداز میں عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اُن کی مذہبی شاعری میں خدا کا تصور واضح طور پر اُن کے تصورات فلسفیانہ نوعیت کے ہیں۔ اشفاق حسین لکھتے ہیں:

''جوش کی شاعری کا بہت بڑا حصہ مذہبی شاعری کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن خدا اور کائنات کے حوالے سے جو سوالات جوش کے یہاں اٹھائے گئے ہیں وہ صرف فلسفیانہ تشکیک کی موشگافیاں ہی نہیں ہیں بلکہ اس بات کا بھی بڑا واضح اعلان ہے کہ اب پُرانی وضع کردہ روائتیں جدید ذہن اور جدید انسان کو آسانی سے مطمئن نہ کر سکیں گی۔''[۲]

''پیغمبر اسلام'' میں حضور سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتحِ باب　　لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے اُم الکتاب
وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب　　وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب

گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی ، کرن پھوٹی ، سویرا ہو گیا

(شعلہ وشبنم،ص۲۰۷)

''حضرت امام حسینؓ پر لکھے گئے سلام'' میں حضرت امام حسین سے محبت اور عقیدت کا ظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حسینؑ ابن علیؑ دنیا کو حیراں کر دیا تو نے سرابِ تشنگی کو آب حیواں کر دیا تو نے
نظر ڈالی تو ذروں کو جواہر میں بدل ڈالا قدم رکھا تو شعلوں کو گلستاں کر دیا تو نے
تری کشتیِ جاں کو غرق کرنے جب بڑھا طوفاں تو خود طوفاں کو غرق کشتیِ جاں کر دیا تو نے

ضمیر اہلِ وحشت اور ذاتِ اہلِ وحشت کو
بہم پیچیدہ و دست و گریباں کر دیا تو نے

(عرفانیاتِ جوش،ص۱۵۱)

جوش کی شاعری میں شباب

جوش کی شاعری کا ایک بہت بڑا حصہ شبابیت پر مشتمل ہے۔ وہ خوبصورت لفظوں سے خوبصورت پیکر تراشتے ہیں نئی نئی تشبیہات اور استعاروں سے کام لیتے ہیں اور حسن کی تعریف میں وہ لفظوں کو شعروں کی لڑی میں پروئے جاتے ہیں شباب کی تصویر کشی اُن کی نظموں ''روپ متی''، ''جنگل کی شہزادی''، ''الھڑ کامنی'' اور ''اگر تو واپس نہ آتی'' میں بہترین طریقے سے کی گئی ہے۔ وہ شباب کو اُس کے پورے لوازمات کے ساتھ بیان کرنے کے ماہر ہیں اِس سلسلے میں سولہ سنگار کیا لباس اور گل رنگ اداؤں کے سینکڑوں الفاظ کا خزانہ رکھتے ہیں۔

پروفیسر وصی رضا جوش کی شبابیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جوش صحیفۂ حسن وشباب کا پیامبر تھا۔ اسی لیے اپنی ژرف نگاہی، قادرالکلامی سے گل حسن وشباب کو سورنگ سے باندھ کر اہل ذوق کے لیے مسرت وشادمانی کا ساز وسامان فراہم کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بلالحاظ مذہب و علاقہ، ہر صاحبِ ذوق اِس کے پرکیف کلام کو پڑھ پڑھ کر سر دھنتا ہے۔''[۳]

جوش کی نظموں میں شباب مچلے ہوئے شعلوں اور گرجتی ہوئی گھنگور گھٹاؤں کی صورت سامنے آتا ہے نظم جوانی کی رات میں لکھتے ہیں:

رخ لالہ گوں میں مچلتے ہوئے سے
جوانی کے شعلے جنوں کے شرارے

جو اُس روز اے جوش یوں جلوہ گر تھی
اُسے آج یوں کاش کوئی پکارے

(عروش وفرش، ص ۲۷)

''الہام وافکار'' کی ایک نظم ''شیب وشباب'' میں لکھتے ہیں:

اللہ ری گرجتی ہوئی گھنگور جوانی
رقاصہ ، قتالہ ، جوالہ ، جواں

القصہ خروشاں تھے ہر پے میں بہر آن
کم بخت جوانی کے گرجتے ہوئے طوفاں

(الہام وافکار، ص ۹۶)

جوش کے پاس شبابیات کا لفظی خزانہ ہے جس میں لکھنو بدرجہ اتم موجود ہے:

چہرے پہ ہے گرم لن ترانی
الھڑ کافر، نئی جوانی

طوفان ہیں دل ربائیوں کے
مُڑنے میں سبک کلائیوں کے

آنکھوں میں ہے تابِ صبح روشن
ہونٹوں میں شگفتگی کا مسکن

(نقش ونگار، ص ۱۸)

جوش کی شاعری میں شباب نے سرمستی کے جو نغمے چھیڑے ہیں۔ اِس کی تموج آفرینی سے کائنات کی دلکشی کا جو

نقشہ ابھرتا ہے وہ جاذب نظر ضرور ہوتا ہے ''جھومتی برسات'' میں جوانی کی ترنگیں فطرت سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں جوش کی شاعرانہ نظر نے عالم خارجی کے کیف وکم سے جوانی کی امنگوں کے اثبات کا کام لیا ہے:

شاخوں میں جھما جھم ہے فضاؤں میں روانی
بہتی ہوئی چہکار، مچلتا ہوا پانی

بھنورے ہیں کہ اڑتی ہے کہانی پہ کہانی
بھیگے ہوئے پودوں کی یہ چبھتی ہوئی خوشبو
اے دولت پہلو
ہاں تان اڑا تان قمر پارہ و گلرو
اے دولت پہلو

جوش کی مفکرانہ اور فلسفیانہ شاعری

اگر چہ جوش کوئی با قاعدہ فلسفی نہیں تھا تاہم اُن کی شاعری میں فکر وفلسفہ کے پرتو پائے جاتے ہیں اِس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے مختلف مغربی مفکرین کے ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور اُن کے نظریات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

جوش خود لکھتے ہیں:

''ابتداء میں شرر اور سرشار کی نثر اور داغ اور انیس کی شاعری سے متاثر ہوا۔ آگے بڑھا مومن و میر، غالب اور اکبر آبادی نے متاثر کیا پھر ٹیگور نے دل میں گھر کر لیا مگر وہ مجھ پر چھپا نہ سکے۔ پھر ورڈز ورتھ کو پڑھا اور اثر قبول کیا۔ پھر مجھے گوئٹے، نٹشے، میکسم گورکی، شیلے، وکٹر ہیوگو، برگساں، شوپنہار اور کارل مارکس نے متاثر کیا۔ فارسی سعدی، نظیری، خیام، عرفی اور سب سے زیادہ حافظ نے دل پر اثر کیا جواب تک اور ہمیشہ رہے گا۔ ہندی میں تلسی داس اور کبیر سے متاثر ہوا۔''[۴]

حقیقت یہ ہے کہ جوش نے فلسفہ پڑھا کائنات کا بغور مطالعہ کیا۔ اس کے عملی اطلاق کو دیکھا۔ افکار کو شاعری میں بیان کیا اُن کو کسی ایک فلسفی کا تابع نہیں کیا جا سکتا البتہ اُن کے خیالات میں تضاد کم ہے۔ مثلاً عقل پسندی، مشیت اور انسان سے متعلق افکار پوری شاعری میں یکساں ہیں وہ ''خودی'' جیسا فلسفہ نہ دے سکے۔

خلیق انجم اُن کے فلسفیانہ افکار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جوش کے یہاں بھی تفکر ہے لیکن علامہ اقبال کے مقابلے میں کم درجے کا ہے۔ جوش انسان دوست ہیں،

غریبوں کے ہمدرد ہیں۔ سامراج دشمن ہیں لیکن ان کے لہجے میں سنجیدگی کے بجائے وہ تلخی و ترشی ہے جو اُن کی بات کو دلنشیں نہیں ہونے دیتی۔''۵

جوش نے فضائے عالم کا مطالعہ گہرائی سے کیا ہے اور دنیا کے نشیب و فراز کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے نظریات قائم کیے، انہوں نے محسوس کیا ہے کہ اس دنیا میں ظلمت و روشنی، غم و حسرت، خوف و سکون بیک وقت موجود ہیں چنانچہ وہ اپنی نظم ''ظلمتیں'' میں لکھتے ہیں:

تیرگی لپٹی ہوئی ہے دہر میں ہر ضو کے ساتھ
عربدہ کرتا ہے یاں ہر رستہ رہرو کے ساتھ

ہم نفس یادیں، ہمہ برنائی و افسوں گری
بیوگی کا دبدبہ بھی ہے عروسِ نو کے ساتھ

اِس قدر بھی ناز فرماتا ہے کوئی اے چمن
دھوپ بھی ابر رنگارنگ کے پر تو کے ساتھ

حسن شیریں وغرور تاج کے کے ہوتے ہوئے
تیشۂ فرہاد کا دھڑکا بھی ہے خسرو کے ساتھ

(سیف وسبو، ص۴۷)

اِسی قسم کے خیالات جوش نے اپنی نظم ''روشنیاں'' میں بھی ظاہر کیے ہیں اِس نظم میں انہوں نے بتایا ہے کہ دنیا میں ظلمت کے ساتھ تنویر بھی ہے:

صرف ظلمت ہی نہیں دیکھ تنویریں بھی ہیں
کاوشِ تخریب کی ہلچل میں تعمیریں بھی ہیں
جس جگہ خورشید کی حدت سے عالم ہے خموش
واں کسی دیوار کے سائے میں تحریریں بھی ہیں

جس جگہ پانی میں ہے زہر ہلاہل کا اثر
واں ہوا میں چشمہ حیواں کی تاثیریں بھی ہیں
ٹوٹتا ہے سلسلہ کب زلف عنبر بیز کا
میں نے مانا طوق بھی ہے جوش زنجیریں بھی ہیں

(سیف وسبو،ص ۷۵)

جوش نے شاعری میں اقبال کی طرح حرکت وعمل کا فلسفہ بھی پیش کیا ہے جوش نے دنیا کی ہر شے کو بے تاب قرار دیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ایک نظم ''ہستی بے تاب'' میں اِسی فلسفے کو یوں بیان کیا ہے:

سکون نہ ڈھونڈھ کہ صبح ازل سے ہے اب تک
ضمیرِ ارض و سما روح مرد و زن بے تاب

کوئی اِدھر ہے پریشاں قبائے زر کے لیے
کسی کے دل میں ادھر حسرتِ کفن بے تاب

ادھر ترانہ مطرب سے بزم زیر و زبر
ادھر حسام کی جھنکار سے ہے رن بے تاب

اِدھر وصال میں زلف نگارِ ژولیدہ
ادھر فراق میں بستر کی ہر شکن بے تاب

(فکرونشاط،ص ۲۰۔۱۹)

جوش ملیح آبادی کا تصور انقلاب

جوش ملیح آبادی سیاسی وعمرانی شعور رکھنے والے اردو شعرا میں بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں اردو شاعری کو سیاسی انقلاب کا تصور اقبال نے عطا کیا لیکن اِسے انقلابی آہنگ جوش ملیح آبادی نے عطا کیا۔اُن کی شاعری کا آغاز پہلی جنگ عظیم کے

بعد ہوتا ہے لیکن اس کا اصل رنگ سول نافرمانی ۱۹۲۹ء اور ترقی پسند تحریک کے زمانے میں نکھرتا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا عبدالرزاق خان ملیح آبادی (ایڈمنسٹر آزاد ہند کلکتہ) نے انہیں ''شاعرِ انقلاب'' کا خطاب عطا کیا اُن کے لیے یہ خطاب اس لیموزوں سمجھا گیا کہ انہوں نے آزادی کے نغمے ایسے وقت میں لوگوں تک پہنچائے جس وقت ہندوستان میں برطانوی سامراجیت کے سامنے کلمہ حق کہنا دشوار سمجھا جاتا تھا۔ جوش نے نزاعی موضوعات پر متعدد نظمیں لکھیں ''شکست زنداں کا خواب'' اور سائمن کمیشن ایسی نظمیں ہیں جنہوں نے جوش کے باغیانہ لب و لہجے کی الگ شناخت کروانا شروع کی۔ ۱۹۲۹ء میں ہندوستان میں جب سائمن کمیشن آیا تو اس نے ہندوستانیوں سے مفاہمت چاہی، اس صورت حال سے ہندوستانی سیاسی ذہن رکھنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ مفاہمت کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرا گروہ اسے انگریز کی چال سمجھ کو اس کے مدمقابل آ کھڑا ہوا۔ اُن کے خیال میں جنگ آزادی کی تحریک کی سبک خرامی کو کند کر کے ہندوستانیوں کو منتشر کرنے کے لیے یہ چال چلی جارہی تھی اس صورت حال کو جوش نظم ''جہانبانی'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

اٹھائے گا کہاں تک جوتیاں سرمایہ داری کی
جو غیرت ہے تو بنیادیں ہلا دے شہر یاری کی

ازل سے نوعِ انسانی کے حق میں طوق لعنت ہے
کسی ہم جنس کی چوکھٹ پہ عادت سر جھکانے کی

نہ ہو مغرور اگر مائل بہ نرمی بھی ہو سلطانی
کہ یہ بھی ایک صورت ہے تجھے غافل بنانے کی

تڑپ پیہم تڑپ اتنا تڑپ برق تپاں بن جا
خدا را ، اے زمین بے حقیقت! آسماں بن جا

(شعلہ و شبنم، ص ۳۳،۳۴)

''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' وہ زندہ جاوید نظم ہے جس نے جوش کو بطور مجاہد آزادی شہرت دلائی۔ جس میں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارپردازوں کو وقت فرمان کے آگے گردن جھکانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

خیر اب اے سودا گرو اب ہے تو بس اس بات میں
وقت کے فرمان کے آگے جھکادو گردنیں

اب کہانی وقت لکھے گا ، نئے مضمون کی
جس کی سرخی کو ضرورت ہے تمھارے خون کی

وقت کا فرمان اپنا رخ بدل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے یہ فرمان ٹل سکتا نہیں

(انتخاب کلیات جوش،ص ۳۷۔۳۵)

ڈاکٹرعلی احمد خاں فاطمی ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جوش کی اس نوع کی نظمیہ شاعری نے غم وغصہ گھن گرج کا ایسا ماحول بنا دیا کہ مشاعرہ ہو یا رسالہ سب جگہ جوش کی شاعری میں چنگاریاں بسی ہوئی ہیں۔ ن۔م راشد نے ایک جگہ اعتراف کیا کہ ہمارے دور میں بہت کم ایسے شاعر ہیں جنہوں نے سیاسی آزادی کے لیے جوش سے زیادہ جوش وفروش سے کام لیا ہو کرشن چندر بھی کہتے ہیں کہ اس برصغیر میں انہوں نے اُس وقت حریت صداقت اور آزادی کے علم کو بلند کیا جب دوسرے لوگ انگریز کی شان میں قصیدے لکھتے تھے۔''[۶]

جوش کے ہاں نہ صرف سامراجیت کے خلاف جذبات ملتے ہیں بلکہ برصغیر کے عوامی دکھ درد، افلاس ناداری اور جہالت کو اپنی شاعری میں انہوں نے جابجا موضوع سخن بنایا ہے۔ ''انسان کا ترانہ''، ''باغی انسان''، ''پست قوم''، ''جھریاں''، ''مہاجن اور مفلس''، ''ضعیفہ''، ''بھوکا ہندوستان'' کسان اور ہماری سوسائٹی جیسی نظموں میں انہوں نے سماجی موضوعات پر پُر جوش اظہار خیال کرتے ہوئے ہم وطنوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر یحییٰ احمد جوش کی انقلابی فکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''افکار جوش میں غریبوں کی ہمدردی، انقلاب کی تمنا نوجوانوں کی ولولہ انگریزی اور رجعت پسندوں پر تنقید خاص موجوعات ہیں قومی آزادی کا بھرم رکھا گیا ہے۔ انسان دوستی کو نصب العین کہا گیا ہے خوشامدی ٹولوں اور سرمایہ داری کی مخالفت ہے اور کاہلی پر تبصرہ ہے مہاجن کی مذمت ہے، تہذیبی تاریخی اور سماجی موضوعات

کے ساتھ ادبی محاذ پر بھی انہوں نے روشن فکر کی ترویج کی بھر پور کوشش کی ہے۔''۷

ترقی پسند تحریک کے بعد جوش کے انقلابی افکار میں استدلال اور معنویت کا اضافہ ہوا ہے بالشویک انقلاب کے بعد جوش کارل مارکس کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔ جوش مارکس کو دانائے راز قرار دیتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں:

السلام اے مارکس اے دانائے راز
اے مریض انسانیت کے چارہ ساز

اے رفیق خستگان بے نوا
ناخدائے بندگانِ بے نوا

(عرش وفرش، ص۱۳۳)

جوش کے کلام میں انقلابی صفات شروع سے آخر تک اِن کے ساتھ رہیں کیونکہ جب کبھی جہاں کہیں وہ معاشرتی یا تہذیبی ناہمواریوں کو دیکھتے ہیں۔ جو عوام یا ملک کے حقوق استحصال کرتی ہیں وہ ان پر بے اختیار کاٹھ کی تلوار سے برسرِ پیکار آجاتے ہیں۔

جوش کی منظریہ شاعری

جوش ایک فطرت پرست شاعر تھا اُن کی شاعری کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو ذاتی مشاہدہ ہے انہوں نے جس منظر کا بیان پیش کیا ہے اُس کو اپنی آنکھوں سے بذاتِ خود دیکھا ہے۔ اِن کی منظر نگاری سودا اور ذوق کی بہاریہ تشبیب کی منظر نگاری سے جدا ہے جو سراسر خیالی اور قیاسی ہوتی ہے۔ جوش کی شاعری میں صداقت کے نگینے اور آئینے جھلکتے ہیں کیونکہ اُن کے مناظر اُن کے ذاتی مشاہدے پر مبنی ہیں۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں:

''جوش اِس قدر فطرت پرست شاعر ہیں کہ انہوں محض مناظر قدرت کے مشاہدے کے لیے اپنے سوتیلے چچا آصف خاں سے امانی گنج کے میدان میں دو بھیگے زمین خریدی اور ۱۹۲۰ء میں وہاں ایک نہایت خوبصورت کوٹھی دو منزلہ بنوائی جس کا نام ''قصر سحر'' رکھا، یہاں سے وہ عروس فطرت کے گیسو و رخسار کا نظارہ کرتے تھے۔''۸

جوش کی منظریہ شاعری پر انگریزی کے رومانوی شعرا بہت اثر انداز ہوئے ہیں انہوں نے ۱۹۲۲ء کے بعد ورڈز ورتھ،

شیلے، بائرن اور کیٹس کی شاعری کا گہرا مطالعہ کیا جوش نے منظر پرستی ورڈز ورتھ سے سیکھی ہے۔ ورڈز ورتھ کی شاعری کی خصوصیات عینی مشاہدہ ہے جوش کی بھی منظریہ شاعری کا انحصار مشاہدات پر ہے۔ جوش نے جو مناظر فطرت اپنی آنکھوں سے دیکھے انہیں نظم کیا، جوش نے ایک نظم ''برسات کی چاندنی'' کے عنوان سے کہی ہے اس میں انہوں نے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں برسات کی چاندنی کے مناظر پیش کیے ہیں لکھتے ہیں:

چرخ پر برسائے ہوئے بادل کے ٹکڑے جابجا
چاندنی ، تالاب سناٹا پپیہے کی صدا

سینہ امواج میں سیال چاندی کی تڑپ
طاقِ گل میں قطرہ شبنم کا چھوٹا سا دیا

نرم شاخوں کی لچک سرشار ساحل کا سکوت
دست کی خوشبو ، فضا کی تازگی ٹھنڈی ہوا

کانپتی لہروں سے اٹھتے ہیں غول کے زمزمے
جھومتے پودوں سے آتی ہے جوانی کی صدا

(حرف وحکایت،ص۲۰)

جوش فطرت سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں ان کی مختلف نظموں میں لطف اندوزی کا جذبہ موجود ہے مثال کے لیے اُن کی نظم ''البیلی صبح'' پیش کی جاسکتی ہے:

نظر جھکائے عروس فطرت جبیں سے زلفیں ہٹا رہی ہے
سحر کا تارا ہے زلزلے میں افق کی لوتھر تھرا رہی ہے

روشن روشن نغمہ طرب سے چمن چمن جشن رنگ وبو ہے
طیور شاخوں پہ ہیں غزل خواں، کلی کلی گنگنا رہی ہے

ستارہ صبح کی رسیلی جھپکی آنکھوں میں ہے فسانہ
نگار مہتاب کی نشیلی نگاہ جادو جگا رہی ہے

طیور بزم سحر کے مضطرب لچکتی شاخوں پہ گا رہے ہیں
نسیم فردوس کی سہیلی گلوں کو جھولا جھلا رہی ہے

شلو کا پہنے ہوئے گلابی ہر ایک سبک پنکھڑی چمن میں
رنگی ہوئی سرخ اوڑھنی کا ہوا میں پلو سُکھا رہی ہے

(شعلہ وشبنم،ص ۱۳۶۔۱۳۴)

اِس نظم میں جوش نے فطرت کو عروس کہا ہے یعنی وہ اِس کے حسن سے محظوظ ہوتے ہیں انہوں نے مہتاب کو نگار قرار دیا ہے نسیم کو فردوس کی سہیلی قرار دیا ہے بیلے کی کلی پر شبنم حسینہ موتی کسی کی ہیرے کی کیل معلوم ہوتا ہے۔غرضیکہ جوش نے فطرت کے حسن سے حاصل کیا ہے۔ جوش نے جہاں ساکن فطرت کی عکاسی کی ہے سکوت لالہ وگل سے کلام پیدا کیا ہے وہاں فطرت کو زبان بھی بخشی ہے کے یہ حقیقت ہے کہ فطرت اپنا اظہار کرتی ہے۔ جوش نے اپنی متعدد نظموں کے عنوانات ہی ایسے رکھے ہیں کہ فطرت بولتی محسوس ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عقیل احمد لکھتے ہیں:

''فطری مناظر کو جوش نے بسا اوقات جان ہی نہیں زبان بھی عطا کی ہے اُن کی نظم جذبات وفطرت میں مناظر کو صدا دیتے ہیں جیسے پہاڑ کی صدا ستارہ سحری کی صدا شفق کی صدا چاند کی صدا آفتاب کی صدا سمندر کی صدارات کی صدا فصل گل کی صدا اور پھولوں کی صدا موجود ہے یہ پوری نظم ترا کیب بند کی شکل میں ہے۔''[۹]

جوش کی منظریہ شاعری میں مختلف پہلو پائے جاتے ہیں انہوں نے فطرت سے حظ بھی حاصل کیا ہے وہ اس کے حسن سے متاثر بھی ہوئے ہیں۔انہیں فطرت کی خاموشی بھی پسند ہے اس کے علاوہ اُن کو فطرت میں خدا کا جلوہ بھی دکھائی دیتا ہے دراصل جوش فطرت کے پرستار ہیں ہم جوش کو اردو کا وڈزورتھ کہہ سکتے ہیں۔

جوش کے خمریات

اردو شاعری میں اس موضوع پر ہزاروں اشعار مل جائیں گے اور وہ وہ اپنی ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے بڑے

عمدہ شعر ہوں گے۔خمریات میں سرفہرست نام ریاض خیر آبادی کا آتا ہے۔لیکن جوش کے خمریات کے سامنے وہ سارے ایسے معلوم ہوں گے جیسے شراب کے مقابلے میں پانی۔ جوش جہاں بھی شراب کا ذکر کرتے ہیں وہاں اُن کے سامنے سینکڑوں کی تعداد میں الفاظ جو رندی و سرمستی و سرخوشی سے متعلق ہیں ہاتھ باندھے کھڑے ہو جاتے ہیں فیض نے حافظ وخیام کی سرمستی کو سیاسی معنوں میں برتا ہے۔لیکن جوش نے شراب کو اُس کے اصل معنوں میں استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹر یحییٰ احمد لکھتے ہیں:

''جوش نے خمریاتی خزانے کو شراب کے اصل معنوں میں استعمال کیا ہے غالباً یہاں عادت اور خصلت کا عمل دخل تھا ان پر اعتراض تھا کہ وہ قبلہ رندان جہاں بننے کے متمنی ہیں اور مئے خانے کا دروازہ لوگوں کے لیے وا کرنا چاہتے ہیں۔''[۱۰۱]

جوش نے سرمستی کے لیے جو خزانہ استعمال کیا وہ یہ ہے۔ سبو، پیمانہ، مسیح، بوتل، بادہ پرستی، مستی، انگور، شراب، زرفشاں، مغبچے، پیر مغاں، سرخیل رندانِ جہاں، رند، نشہ، خمار، خرابات، نیش، خانہ خمار، حیَ علی الصبوح، مست، الھڑ، اکامنی، ساقی جام جم، زم کعبہ رندی، مے کدہ، آتش سیال، گلابی، ارغوانی، دارو، مخمور آنکھیں، گلفام، گلابی نور، تلخ مئے، رندانِ خرابات، مئے ہوش ربا وغیرہ۔

جوش غالب، اقبال اور فیض سے زیادہ رندی کے شاعر ثابت ہوئے ہیں۔ غالب نے خمریاتی خزانے کو لیا مگر سماج اور نفسیاتی مضامین کے بعد خمریات کو جگہ دی جبکہ جوش سیاسی اقدار کے برابر خمریاتی خزانہ لیے ہوئے ہیں البتہ فارسی سے رندی کے الفاظ غالب اور جوش میں مشترک ہیں فیض اور جوش کا سیاسی ذہن ایک ہے۔مگر خمریاتی خزانے کا استعمال متضاد ہے۔

اس سلسلے میں میں جوش کی نظم چند جرعے کی مثال دوں گا جو اپنی نوعیت کی الگ اور منفرد نظم ہے اس میں انہوں نے مے نوشی کی کیفیات کے درجے نظم کیے ہیں جس کے باعث وہ خاص طور پر قابلِ لحاظ اور خصوصیت لیے ہوئے ہے۔

پہلے جرعے میں ہمارے شاعروں کے دل میں کوئی کروٹ سی لیتا ہے اور پھر:

یہ کس کی روح سن رہی ہے آہٹ
رگوں میں ہے کو مزے کی سنسناہٹ

زہے رفتار خون زندگانی
بغیر اسباب شادی شادمانی

سخن کی داد خود سے پار ہوں
کلی کی طرح کھلتا جا رہا ہوں

اس کیفیت میں اُسے ایک آواز آتی ہے ''بدمستی بہ از زہد ریائی'' تو پھر شاعر اُٹھالیتا اور دوسرے جرعے میں:

رگ و پے میں ہے غلطاں نوجوانی
ہر اک لمحہ ہے عمر جاودانی

یہ کیسی طرفگی ہے آج ساقی
صراحی میں ہے وجہ نور باقی

پھر وہی آواز آتی ہے اور وہ پھر تیسرا جرعہ لیکر ''زہد ریائی'' کو غرق کرنا چاہتے ہیں:

ندی ساون کی چڑھتی آرہی ہے
سوئے میخانہ بڑھتی آرہی ہے

سر میخانہ حوریں آرہی ہیں
نگاہیں رام رس ٹپکا رہیں ہیں

بڑھتا جاتا ہوں دریا ہو کہ وادی
مبارک دولت خود اعتمادی

تیسرے جرعے کے بعد اُسے پھر وہی آواز آتی ہے۔ خود اعتمادی پیدا ہو جانے کے بعد وہ پھر تعمیل میں ساغر بھرتا ہے اور چوتھے جرعہ میں:

عجب شہانہ کیفیت ہے طاری
ستاروں پر ہے میرا حکم جاری

چمکتی ہیں بتوں کی بالیاں سی
فضا پر بج رہی ہیں تالیاں سی

جوانی روح میں اٹھلا رہی ہے
نظر پر کاکلیں بکھرا رہی ہے

جب ہستی کے امتیاز بھی مٹ چکے ہیں تو پھر وہی آواز آتی ہے اور شاعر پھر تعمیل کرتا اور ساغر بھر لیتا ہے اور پانچویں جرعہ میں:

تعالی اللہ شان خود نمائی
بھر رہے خاک میں زور خدائی
ہتھیلی پر لیے ہیں گلستان کو
کہاں کا گلستاں سارے جہاں کو
مجھے ارض وسما سے کد نہیں ہے
وگرنہ مستیوں کی حد نہیں ہے

یہاں تک کہ مستی کے اندر نہ صرف ''ذہد پائی'' بلکہ خودی بھی غرق ہو جاتی ہے۔

جوش خمریات میں غالب اقبال اور فیض سے آگے ہیں مزید یہ کہ نسائی حسن جوشیات کے خمریاتی خزانے کو چمکا کر پیش کرتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالغنی لکھتے ہیں:

''نسائی حسن کے ساتھ ارغوانی آمیزش سے ہی جوش کی شاعری کے تار و پود بنتے ہیں اور ان کے اشارات وعلامات کا پورا انظام اس مرکب کے اجزاوعناصر پر مشتمل ہے۔ شراب سے متعلق جو روایات اردو شاعری میں آ رہی تھیں۔ جوش نے نہ صرف یہ کہ اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھایا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ اس اضافے میں اصلیت تنوع اور وفور ہے۔''[۱۱]

جوش شراب کی مستی کو جب حسن میں ملا کر جام تیار کرتے ہیں تو کیا صورت حال سامنے آتی ہے نظم ''حسن مخمور'' دیکھیے۔

جوش کی طنزیہ شاعری

جوش ملیح آبادی کے یہاں طنز کے نشتر بہت تیز ہیں مزاح اُن کی شاعری میں کہیں بھی موجود نہیں لیکن طنز، تضحیک حتیٰ کہ توہین کے عناصر موجود ہیں۔ ہجو گوئی میں وہ سودا کے برابر ہیں کیونکہ ایک مرتبہ نظم ''مولوی شروع کی تو جان بخشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ مخالف کو اُس کے گھر تک چھوڑ کے آتے۔''

> ''جوش کے کلام میں طنزیت نمایاں طور پر موجود ہے۔ انکی کمان وکمند میں ہر طبقے کے لوگ گرفتار ہیں انہوں نے انگریزوں کے دامن کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ خانقاہ کے سجادہ نشینوں پر حملے کیے ہیں۔ ذاکر کے نقطہ نظر پر ضرب کاری لگائی ہے اور خاص طور پر مولویوں کی ڈاڑھی نوچی ہے۔''[۱۲]

جوش کے انقلابی کلام میں سیاست اور انگریزی پر گہرا طنز ملتا ہے۔ اُن کی مشہور نظموں میں ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام''، ''مقتل کانپور''، ''شکست زنداں''، ''زنداں کا گیت''، ''ماتم آزادی''، ''بھوکا ہندوستان''، ''کسان''، شامل ہیں جن میں سیاسی اور معاشی ومعاشرتی ناہمواریوں پر جوش نے طنز کیا ہے۔

''ماتم آزادی'' نظم میں لکھتے ہیں:

برطانیہ کے خاص غلامان خانہ زاد
دیتے تھے لاٹھیوں سے موجب وطن کی داد
جن کی لہر اک ضرب ہے اب تک سروں کو یاد
وہ آئی سی ایس اب بھی ہیں خوش وقت وبامراد
شیطان ایک رات میں انسان بن گئے
جتنے نمک حرام تھے کپتان بن گئے

(سرود وخروش، ص ۴۵)

اگر تصوف کے حوالے سے بھی دیکھیں تو نام نہاد مولوی اور عالم بے عمل اور مولوی بھی جوش کے ہاتھوں نہیں بچ پائے۔

اُن کی ایسی کئی نظمیں ہیں جن میں مال بٹورنے والے نقلی مولوی کی خبر لی گئی ہے۔ اُن کی ایسی نظموں میں ''انکشاف توحید''، ''جہاں میں تھا''، ''ذہین آدمیت''، ''صبوحی''، ''پشیمانی''، ''رحمتِ باجا'' میں تصوف پر جزوی تنقید کی گئی ہے۔

محسن احسان لکھتے ہیں:

''انہوں نے زاہد صوفی، مدرس، مولوی، مفتی، فقیر، فقیہہ، شیخ اور دیگر ریا کار و ظاہر دار لوگوں کی مکاریوں کے پول کھول دیئے۔''۱۳

بہر حال جوش نے اردو شاعری کو جو سرمایہ عطا کیا ہے وہ زرِ خالص تو نہیں لیکن اس میں سونے کے ذرات کی تابانی جگہ جگہ ملتی ہے۔ جوش کی شاعری میں لفظوں کا چلتا جادو بعض اوقات ان کے مفہوم پر حاوی ہو جاتا ہے لیکن لفظوں کے بھید تلاش کرنے کے لیے جوش کی شاعری کا مطالعہ ناگریز ہے۔ ہماری معاشرت کے جن رنگوں کی ترجمان یہ شاعری ہے۔ انہی رنگوں سے تاریخ و تہذیب کی آراستگی ہوئی ہے۔ جوش کے ہاں ہر رنگ کا اور وضع کا موضوع موجود ہے۔ اُن کی شاعری رنگا رنگ موضوعات سے مزین ہے۔ ان رنگوں کی آبداری میں بیرونی تحریکات اور بین الاقوامی اثرات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کل جب عالمگیر انسانی تہذیب کی بنیادیں استوار ہوں گی تو جوش کی شاعری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا کیونکہ اُس نے اردو شاعری کو نئے مضامین نئے موضوعات اور نئی وسعتوں سے آشنا کروایا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، ہمارے جوش صاحب، کراچی: ذیشان کتاب گھر، ۲۰۰۰ء، ص: ۳۳۰

۲۔ اشفاق حسین، جوش ایک زندہ کلاسیک مشمولہ: جوش شناسی، شمارہ ۴، کراچی: الفاظ فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۲۱

۳۔ رضا، پروفیسر، جوش شاعر شباب، مشمولہ: افکار بیاد جوش نمبر، کراچی: ۱۹۷۲ء، ص: ۳۴۹

۴۔ نریش کمار، حضرت جوش ملیح آبادی سے انٹرویو، مشمولہ: ساقی، جوش نمبر، کراچی: ۱۹۴۳ء، ص: ۲۹۵

۵۔ خلیق انجم، جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ، دہلی: انجمن ترقی ادب، ۱۹۹۱ء، ص: ۷

۶۔ علی احمد فاطمی، ڈاکٹر، جوش اور ترقی پسند تحریک، مشمولہ: جوش شناسی، (جوش سیمینار نمبر)، ص: ۸۴

۷۔ یحییٰ احمد، ڈاکٹر، عصر جاوید اور جوش ملیح آبادی، مشمولہ: جوش شناسی، ص: ۱۳۴

۸۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، مزاج اور ماحول، لاہور: سفینہ ادب، س۔ن، ص: ۳۷۵

۹۔ عقیل احمد، ڈاکٹر، جوش کی شاعری کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ: جوش تنقیدی جائزہ، ص: ۱۰۲

۱۰۔ یحییٰ احمد، ڈاکٹر، جوش ملیح آبادی کا شخصیت، افکار اور زبان و بیان، لاہور: نیاز پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۸۲

۱۱۔ عبدالغنی، ڈاکٹر، جوش کے خمریات، مشمولہ: جوش تنقیدی جائزہ، ص: ۱۲۲

۱۲۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، مزاج اور ماحول، ص: ۳۹۱

۱۳۔ محسن احسان، قلیل الفاظ کا کثیر المعانی شاعر، مشمولہ: ارتقا کراچی: ۱۹۹۹ء، ص: ۸۵